بھی ہے انھیں مفاد پرستوں نے انھیں مذہب کی آڑ میں گمراہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ زیادہ دیر تک کامیاب نہ ہو سکے بالآخر مفاد پرستوں کے ناپاک منصوبے خاک میں ملے اور کشمیری عوام نے صحیح راہ اختیار کی اسمیں دراصل کشمیری عوام کی بنیادی سوچ و سمجھ ہی کو کریڈٹ ملے گا کشمیری عوام کے خمیر میں سیکولر قدروں کی حفاظت و پاسداری کا جذبہ موجود ہے۔ سری نگر کشمیر کی ایک بڑی اہم و قابل لحاظ و قابل فخر ہستی حاجی احمد اللہ مرحوم و مغفور کی تعلیم و تربیت اور سلوک و عمل کشمیری عوام کے لئے مشعل راہ ہے۔ حاجی احمد اللہ مرحوم و مغفور کا عمل و کردار حضور اکرم حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے مزیّن تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ ہے ان کی اولاد نرینہ حاجی حشمت اللہ صاحب حاجی اکرام اللہ صاحب آج بھی دین اسلام اور خدمت خلق بندگان خدا کی مدد کے لئے پیش پیش ہیں۔ ایسے نیک و باعمل سچے مسلمانوں کی موجودگی میں مذہب دشمن انسانیت مغائر غلط حرکات کو پائیداری قطعاً نہیں مل سکتی ہے خدا کا شکر ہے لوگوں میں سمجھ آرہی ہے اور عنقریب ہی کشمیر میں امن و سکون بھائی چارہ اور سیکولر قدروں کا بول بالا ہو کر رہے گا۔ انشاءاللہ۔

ہمارے راہنماؤں نے خواب دیکھا تھا کہ آزادی کی فضاء میں ہندوستانی عوام پوری دنیا کے لئے سبق آموز ہوں گے نیکی و عمل کے لحاظ سے۔ انسانیت کی خدمت میں ان کا کردار مثالی ہوگا مگر ہمیں افسوس ہے اس بات کا ہمارے راہنماؤں نے جو خواب اس قسم کا دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ آج وہ راہنما تو موجود نہیں ہیں اگر وہ موجود ہوتے تو یقیناً وہ خود ہی ایسے ماحول سے

زندہ رہنے سے بہتر مرجانا بہتر سمجھتے ــــ چاروں طرف بدعنوانیوں نے پورے معاشرہ میں اپنے پیر پھیلا رکھے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم ہندوستان اور ہندوستانی عوام کے روشن مستقبل سے مایوس نہیں ہیں مذکورہ بالا حالات کس ملک میں نہیں ہیں ہر جگہ اس قسم کے واقعات نے اپنی جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں۔ ہر ملک اس سے دکھی ہے اور انکے سامنے اس کے تدارک کا کوئی حل و راستہ نظر نہیں آرہا ہے۔ اس کے باوجود ہندوستان کی قدیم روایات و تہذیب و تمدن کے پیش نظر ہمیں امید ہے کہ یہ تشویشناک واقعات کی عمر زیادہ دیر تک کی نہیں ہے۔ صحیح راہنما کی ضرورت ہے اور جس دن ہندوستان میں قائد و راہنما صحیح و نیک عمل پیدا ہو گیا اس دن انشاء اللہ ہندوستان کی سرزمین سے یہ سب حالات یکدم ختم ہو جائیں گے ! ایسا صحیح و نیک عمل رہنما کب ہندوستان کے نقشہ پر ابھرے گا یہ قدرت کے بس میں ہے۔ اب ہمیں قدرت ہی کی قدرت پر سب کچھ کا انحصار رکھنا ہوگا۔

ابھی دیوگوڑا ہندوستان کے وزیر اعظم تھے کہ اب جناب آئی کے گجرال ہندوستان کے وزیر اعظم ہو گئے۔ گذشتہ سال لال قلعہ سے شری دیوگوڑا نے ۱۵ اگست کو عوام سے خطاب کیا تھا اور اب جناب اندر کمار گجرال لال قلعہ سے خطاب کریں گے۔

ہندوستان کے سیاسی افق پر اس قدر تبدیلیاں حیرت انگیز تو ہے ہی ساتھ اس بات کی بھی فکر پیدا کر رہی ہے کہ ملک میں ترقی کے کام کس طرح انجام

پائیں گے۔ ایک وزیراعظم ایک پالیسی بناتا ہے اس پر بھی وچار و گفتگو ہی ہو رہی ہے کہ معاً وزیر اعظم دوسرا بن جاتا ہے اب اس کی پالیسی ہی پر عمل ہو گا تو اس طرح ملک کا پہیہ کس طرح چلے گا یہ بات فکر و تشویش کی ہے پارلیمنٹ کے عام انتخابات کے نتیجہ میں کسی ایک پارٹی کو اتنی اکثریت نہیں مل پائی کہ جس سے حکومت میں استحکام پیدا ہوتا۔ ہر وقت وسط مدتی انتخابات کا ڈر سر پہ سوار رہتا ہے ایسے ملک کی ترقی کا عمل کیسے جاری رہ سکتا ہے۔ کاش ہندوستانی عوام میں اتنا شعور بیدار ہو جائے کہ وہ آئندہ پارلیمنٹری عام انتخاب میں کسی ایک پارٹی کو اس قدر اکثریت دلا دیں کہ حکومت پائیداری سے ۵ سال کی مدت تک چلتی رہے اور اس طرح ملک کی ترقی و فلاح کے کام انجام پاتے رہیں!

نئے صدر جمہوریہ کا انتخاب ہو چکا ہے اور ہندوستان کی سب سے اونچی کرسی جمہوریۂ صدارت پر ایک ایسے شخص مسٹر کے آر نارائنن فائز ہو گئے ہیں۔ جو گاندھی جی کی خواہشات کے عین مطابق ہے۔ اور اس طرح ہندوستان کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر جہاتما گاندھی کا وہ خواب پورا ہو گیا ہے جو انہوں نے آزادی کی تحریک کے دوران دیکھا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مسٹر نارائنن کا صدر جمہوریہ کے لئے انتخاب ہندوستان کے تمام عوام خصوصاً دلت و اقلیتوں کے لئے خوشخبری کا پیغام ہے اور مستقبل میں ڈھیر ساری امیدوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر صدر جمہوریہ مسٹر کے آر نارائنن ہیں تو وزیر اعظم مسٹر اندر کمار گجرال ہیں جن کی سیکولرزم میں عقیدت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

ہم دونوں ہی ان قابلِ احترام ہستیوں مسٹر کے آر نارائن کو ہندوستان کا صدر جمہوریہ اور جناب آئی کے گجرال کو ہندوستان کا وزیراعظم منتخب ہونے پر دلی مبارک باد دیتے ہیں اور ان کی شخصیات میں ہندوستان کے تابناک مستقبل کی جھلک دیکھتے ہیں۔

■■■

تعزیت

رکن مجلسِ ادارت اعزازی ماہنامہ برہان ڈاکٹر جوہر قاضی کی والدہ محترمہ ۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو شنبہ کی صبح مختصر علالت کے بعد دہلی میں اپنی رہائش گاہ پر انتقال کر گئیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ کی عمر تقریباً پچھتر سال تھی۔ وہ ایک دین دار خاتون تھیں۔ ان کی وفات بلاشبہ ڈاکٹر جوہر قاضی، اہل خاندان اور ان کے رفیق سفر جناب حکیم قاضی محمد یٰسین عالم صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ راحت و صحت کے لیے ایک عظیم صدمہ ہے۔ میں اپنی طرف سے اور کارکنانِ ادارہ کی طرف سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ہم جناب ڈاکٹر جوہر قاضی اور ان کے اہل خاندان کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ مجھے بذاتِ خود اس سانحۂ ارتحال سے سخت جھٹکا لگا ہے۔

عمید الرحمٰن عثمانی

یوپی تعلیمی نصاب کی چند اہم کتب

تاریخ ملت جلد اول (نبی عربی)	قاضی زین العابدین	غیر مجلد ۲۵ روپے	مجلد ۳۵ روپے
تاریخ ملت جلد دوم (خلافت راشدہ)	"	غیر مجلد ۵۰ روپے	مجلد ۶۰ روپے
تاریخ ملت جلد سوم (خلافت بنی امیہ)	"	غیر مجلد ۵۰ روپے	مجلد ۶۰ روپے
تاریخ ملت جلد ہشتم (خلافت عثمانیہ)	مفتی انتظام اللہ شہابی	غیر مجلد ۵۰ روپے	

پہلی قسط

چند پیچیدہ قطعاتِ تاریخ اور اُن کا حل

عبد الرؤف خاں ایم۔اے (تاریخ) اودی کلاں (راج) ۳۲۲۲۰۱

تاریخ گوئی اگرچہ بجائے خود کوئی صنفِ سخن نہیں کیونکہ دیگر اصنافِ سخن کی طرح ہیئت کے اعتبار سے یہ اپنی کوئی شناخت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخیں بشکل قصیدہ، مرثیہ، مسدس، مستزاد، غزل، ریختی اور قطعہ کے روپ میں کہی جاتی رہی ہیں۔ لیکن بہ اعتبارِ فن، تاریخ گوئی اِن تمام اصنافِ سخن سے مشکل ترین فن ہے کیونکہ اِس میں الفاظ کے دوش بدوش اعداد کو بھی ملحوظِ نظر رکھنا پڑتا ہے چنانچہ یہ ایک شعوری فن ہے، اور اسلامی علوم و فنون میں یہ ایک اہم مقام رکھتی ہے ہندوستان میں عہدِ وسطیٰ اور اس کے بہت بعد تک یہ فن کافی مروج رہا۔ مغل عہدِ حکومت میں یہ فن بڑے عروج پر تھا۔ بقول سید صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم اس عہد میں "بات بات پر قطعہ تاریخ کہا جاتا، ولادت، شادی بیاہ، وفات فتح، سفر، کسی کتاب کی تالیف کے موقع پر پھڑکتی ہوئی تاریخ کہہ کر ادبی دنیا میں برابر داد طلب کی جاتی رہی ہے"۔[۱] لہٰذا اس عہد میں اِس فن میں طرح طرح کے محاسن اور ایسی ایسی پیچیدہ صنعتیں ایجاد و اختراع کی گئیں کہ اُن کو حل کرنے میں آج بھی نہایت دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے لیکن اِن اختراعات و بدعات کے سبب اس فن کا دائرہ کار اور میدان بہت وسیع ہوگیا اگرچہ بظاہر ایک طرح کا گورکھ دھندا

۱۔ بزم تیموریہ ۱/۵۹۶ تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء اعظم گڈھ۔

معلوم ہوتی ہیں لیکن تاریخ گوئی سے شغف رکھنے والوں کے لئے یہ تاریخیں نہ صرف دلچسپی کا سامان فراہم کرتی ہیں بلکہ یک گونہ سکون و راحت بھی مہیا کرتی ہیں۔ ان مشکل قطعاتِ تاریخ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمارے قدیم اساتذہ تاریخ گو نے اس فن کو کتنی بلندی پر پہنچا دیا تھا، جسے آج ہم نے زوال کے گڑھے میں پہنچا دیا ہے ڈھکیل دیا ہے۔ فارسی شعراء کی تقلید میں ہمارے اردو شعراء نے بھی بعض مشکل و دشوار مگر بڑی خوبصورت تاریخیں کہی ہیں۔ اگرچہ پیچیدہ صنائع میں کہی گئی تاریخوں کو حل کرنے میں اچھی خاصی ذہنی مشقت کرنی پڑتی ہیں لیکن غور و خوض کے بعد جب یہ حل ہو جاتی ہیں تو اُس سے حاصل ہونے والے ذہنی سرور و کیف کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ درج ذیل سطروں میں پیش ہیں ایسے الجھن بھرے چند قطعاتِ تاریخ اور ان کا حل، جو راقم کے مطالعے میں آئے اور مشکل معلوم ہوئے ضروری نہیں کہ یہ ہر قاری کے لئے دشوار ہی محسوس ہوں۔

تفضل علی خاں نامی شخص نے گول گنج کے چوراہے پر ۱۲۵۰ھ میں ایک مسجد تعمیر کروائی تھی، جس میں گیارہ مساجد کا نقشہ تھا۔ میر محمد شائق سے، جنہیں تاریخ گوئی میں ملکۂ راسخ حاصل تھا، سالِ تعمیر کی فرمائش کی گئی اور یہ شرط عائد کی کہ تاریخ کا مادہ "خانۂ خدا" ہونا چاہیئے۔ میر شائق نے حسبِ فرمائش و قید درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا:

گر بگیری حروف منقوطہ ہست در "خانۂ خدا" تاریخ ۱۲۵۰ھ
حرف باقی کہ غیر منقوط اند یافت دیگر از دنیا تاریخ
اوسطِ اعدادِ یازدہ مسجد شائق این گفت بے بہا تاریخ[1]

حل:۔ بیت اول کے بموجب مادہ "خانۂ خدا" کے منقوط حروف خ+ن+خ ہیں

[1] تذکرہ خوش معرکۂ زیبا مؤلفہ سعادت خاں ناصر ص ۵۲۱ مرتبہ ڈاکٹر شمیم انہونوی اسمتا پریس لکھنؤ ۱۹۷۰

جس کے اعداد کا میزان بحساب جمل ۱۲۵۰ ہوتا ہے جو مطلوبہ ہجری سنہ ہے اور اس میں کسی طرح کی تعقید نہیں۔ لیکن تاریخ گو دوسرے بیت میں کہتا ہے کہ حروف غیر منقوط سے، جو باقی حرف ہیں یعنی "ا، ہ، د، ا"، "تاریخ" نے پھر سے ضیا پائی مطلب یہ کہ "تاریخ"، جس کے عدد (۱۲۱۱) ہوتے ہیں + حروف غیر منقوط "خانۂ خدا" ا + ہ + د + ا = ۱۱ (جو اشارہ ہے گیارہ مساجد کے نقشے کی طرف) لیکن "اوسط اعداد یازدہ مسجد" کی رو سے تاریخ گو "یازدہ مسجد" کے حروف "ا، د، م، ج" کے ۴۸ عدد شامل "تاریخ" کے ۴۸ عدد شامل "تاریخ" کرنا چاہتا ہے۔ لہذا (۱۲۱۱ + ۱۱ + ۴۸) = ۱۲۷۰ اس میں سے پھر "بے بہا" کے (۲۰) عدد کا تخرجہ از روئے مصرعۂ آخر کیا گیا تو (۱۲۷۰-۲۰) = ۱۲۵۰ باقی رہے۔ یہاں "بے بہا" کا تعمیہ محل نظر ہے تعمیے کی اس صورت میں صرف "بہا" کے اعداد کم کیے جانے چاہیں۔ مگر ایسی تاریخیں بھی نظر سے گزری ہیں جن میں تاریخ گو نے "بے" کا عدد بھی شمار کیا ہے۔ لیکن ایک دوسرا حل بھی پیش ہے جس میں صرف "بہا" (۸) کا تخرجہ کیا جائے تو ۱۲۷۰ - ۸ = ۱۲۶۲ حاصل ہوگا جو سنہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی محمدی سنہ ہے۔ ممکن ہے یہ دونوں حل بعید از قیاس اور دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہوں، اور حروف عاطل سے صرف گیارہ مساجد کے نقشے کی طرف ہی اشارہ ہو۔ اس طرح تاریخ گو کے ذہن رسا نے مادہ کا کوئی حرف بیکار نہیں جانے دیا۔

میرزا احمد اصغر علی خاں نسیم دہلوی (م ۱۲۸۲ھ) نے حکیم یعقوب صاحب کے امام باڑہ کی تعمیر (۱۲۶۴ھ) پر یہ خوبصورت قطعہ کہا، جو ممکن ہے امام باڑہ کے کتبے کے لئے کہا ہو:

سر عدد بہ تراش و نویس آنچہ بماند ... دو نیم کن دل آنرا کہ سخت سنگین است

چوں نصف گشت بکن، باز نصف نصفش را
امام باڑہ بناگشت سال او این است[1]

قطعۂ تاریخ میں مادّہ "عدو" ہے۔ پہلے مصرعے کے بموجب اِس (عدو) کا سر (غ) تراش (کاٹ) دیا، باقی حرف رہے دال اور واو (۴، ۶) ان دونوں حرفوں کے اعداد کو اکائی اور دہائی کے مرتبے پر رکھا تو "۶۴" حاصل ہوئے۔ اب دوسرے مصرعے کی رُو سے 'عدو' کے دل یعنی "د" (۴) کو دو نیم کیا تو ۴ ÷ ۲ = ۲ حاصل ہوئے یہ سیکڑہ کے مرتبہ پر آیا۔ بعد ازاں تیسرے کے مطابق "بکن باز نصف نصفش را یعنی اس (۲) کے نصف کو پھر نصف کیا، ۲ ÷ ۲ = ۱ سے (۱) ہزار کے مرتبے پر رکھا۔ اب حاصل شدہ اعداد کو دائیں سے بائیں رکھا تو ۱۲۶۴ پیدا ہوا جو تعمیر امام باڑہ کا ہجری سنہ ہے۔ اِس نوعیت کے قطعات کو صنعتِ تخرجہ اور تنصیف کے زمرہ میں رکھ سکتے ہیں۔ دراصل ہمارے یہ شعرا جس طرح چاہتے، تاریخ برآمد کرسکتے تھے منشی امیر احمد مینائی امیرؔ نے سید حسن لطافت لکھنوی کی وفات (۱۳۰۱ھ) پر درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا، جس میں تعمیہ تخرجہ منفرد نوعیت کا حامل ہے:۔

خرد چوں وفاتِ لطافت شنید — پئے سالِ رحلت بہر سو دوید
گزشت از شمارِ حروف و نقاط — ہم از مصرعِ سال اضافت کشید
پس آنگہ بگفتا کہ بشنو امیرؔ
"لطافت بحدِّ لطافت رسید"[2] ۱۳۲۸ - ۲۷ = ۱۳۰۱ھ

---

[1] دیوان دفترِ شگرف از نسیمؔ دہلوی ص ۲۲۵ مطبوعہ ۱۲۸۵ھ

[2] ریاضِ لطافت از سید حسن لطافت ص ۳۷۰ مطبع شوکت جعفری لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

مصرعِ مادہ کی کل عددی قیمت ۱۳۲۸ ہوتی ہے لیکن مطلوب ۱۳۰۱ تھا اس لیے شاعر نے دوسرے شعر کی رُو سے مصرعِ سال "لطافت بحد لطافت رسید" کے کل حروف جو (۱۷) ہیں اور نقطے جن کی تعداد (۹) ہے نیز ایک (۱) اضافت کو کشید یعنی کھینچ لیا۔ ان سب کا میزان ۱۷ + ۹ + ۱ = ۲۷ ہوتا ہے۔ اس طرح بڑے خوبصورت طریقے اور فنکارانہ انداز میں ۱۳۲۸ میں سے ۲۷ عدد ساقط کر دیئے۔ تاریخ گوئی کی تاریخ میں اس قسم کا ہنرمندانہ تعمیہ شاید ہی ملے۔

امیر علی خاں ہلال لکھنوی کے ارتحال (۱۲۷۸ھ) پر شاہ غلام حیدر صغیر لکھنوی نے اپنی ندرتِ فکر سے "امیر علی" کے نام کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے لفظی تخرجہ سے یہ قطعۂ تاریخ موزوں کیا:

افسوس ہلال ازیں جہاں رفت — دل درغم او پُراضطراب است
شیریں سخن بشاعراں بود — دیواں کہ از دست خوش کتاب است
جُستیم چراے صغیر تاریخ — دل گفت حیات چوں حباب است
بنویس دو حرف از سرو پا — باقی زحباب غرقِ آب است

اعدادِ حروف چوں نوشتم
یک یک کم شد ہمیں حساب است[1]

شعر ۴ کے مطابق "امیر علی" (دونوں الفاظ) کے "سرو پا" حرف "ا ر اور ع ی" اخذ کئے اس کے بعد آخری شعر کے پہلے مصرع کے بموجب تاریخ گو نے جب ان حروف کے اعداد کو لکھا تو الف (ہزار) کو ہزار "رے" کو سیکڑے اور "عین و یے" کو دہائی کے مرتبے پر رکھا یعنی:

[1] تاریخِ لطیف ص ۶۰

ا	—	۱۰۰۰
ر	—	۲۰۰
ع	—	۷۰
ی	—	۱۰
		۱۲۸۰ = مجموعہ ۱۲۸۰

اب مصرعِ آخر کی رُو سے اس میزان میں سے "یک یک" (۱+۱=۲) یعنی دو عدد کا اسقاط کر دیا جائے (۱۲۸۰ - ۲ = ۱۲۷۸) باقی بچے، جو سنہ ہجری ہے اور یہی مقصود تھا۔

منا جان رئیس قصبہ چھاؤنی نے ۱۲۸۴ھ میں ایک مقدمہ جیتا۔ اس واقعہ کی تاریخ سید آلِ محمد مارہروی نے لفظ "فتح" سے برآمد کی۔ تاریخ گوئی میں موصوف بے مثل تھے، جنھوں نے دیوان تواریخ اس فن میں یادگار چھوڑا ہے۔ مذکورہ واقعہ کی تاریخ ملاحظہ ہو:

رئیسِ چھاؤنی خوش طالعِ عہد کہ مستغنی ست از تعریف و توصیف
زلفظِ "فتح" شد تاریخ فتحش
بہ اثبات بتلیث بتنصیف[1]

اِس تاریخ میں جیساکہ عرض کیا مادّہ لفظ "فتح" ہے جس کے تینوں حروف کے اعداد بحساب ابجد (۸۰، ۴۰۰ اور ۸) ہوتے ہیں۔ مصرعِ آخر کی رُو سے حرف "فا" کے (۸۰) عدد کو ثابت رہنے دیا جائے، اور حرف تائے قرشت کی تثلیث کی جائے۔ اگرچہ تثلیث کے معنی ایک تہائی کرنے کے ہیں، مگر یہاں تاریخ گو کا مدعا تین گنا کرنا ہے لہذا (۴۰۰ × ۳ = ۱۲۰۰) نیز حرفِ حطی کی تنصیف کرنے کو کہا گیا ہے یعنی (۸ ÷ ۲ = ۴) اب حاصل شدہ اعداد کا میزان کیا (۸۰+۱۲۰۰+۴ = ۱۲۸۴)

[1] دیوانِ تواریخ از سید آلِ محمدؐ مارہروی ص ۸۸، مطبوعہ مطبع نور الانوار آرہ ۱۲۹۹ھ

۱۲۸۴ھ برآمد ہوئے جو شاعر کو مقصود تھا۔

حضرت شاہ محمد علی حبیب نصرؔ پھلواروی کا وصال ۱۲۸۵ فصلی (۱۲۹۵ھ) میں ہوا۔ وکیل مولوی احمد کبیر حیرتؔ پھلواروی نے ہنر مندانہ قطعہ ذیل کہہ کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔

شد از وفاتِ شاہ محمد علی حبیب — غم بے حساب در ہمہ اشیا چو طاق و زوج

خوردند ضرب در غم او چوں بنفسہٖ — یکبار قلب زہد و سرو جد و پائے اوج

حیرتؔ ز جمع حاصل خویش سنِ وصال

فصلی شدہ بہ بحر سخن جوش زن چو موج[1] ۱۲۸۵ف

مصرع رابع کے بموجب مادے کے حروف قلب زہد، سر وجد اور پائے اوج یعنی "ہ و ج" ہیں۔ ان کے اعداد (۵، ۶، ۳) کو اکائی، دہائی اور سیکڑہ تسلیم کیا جائے ازاں بعد مصرع ثالث کی رو سے ان اعداد کو ان ہی سے ضرب دے کر اس طرح لکھا جائے:

۵×۵	=	۲۵	(اکائی، دہائی)
۶×۶	=	۳۶	(دہائی، سیکڑہ)
۳×۳	=	۹	(سیکڑہ)
		۱۲۸۵	

میزان حاصل ضرب ۱۲۸۵ ہوتا ہے اور یہی برآمد کرنا تاریخ گو کا مدعا تھا۔

میر نواب مونسؔ کے انتقال (۱۲۹۲ھ) کی تاریخ سید حسن لطافت صاحب نے میر نواب کے تخلص "مونس" سے ہی بڑی ہنر مندی کے ساتھ برآمد کی ہے:

[1] تاریخ کملا (دختر حیرت) از مولوی احمد کبیر حیرت ۱۲، ۲۳۹ یونین پریس پٹنہ ۱۳۰۲ھ

مرد مداح و زائر مرثیہ گوئے حسینؓ — فخر سحبان، رشک حسان، صاحب فکر بلند
در فصاحت بے عدیل و در بلاغت بے نظیر — طبع رنگین و کلامش بود مطبوع دلپسند
در مہ شوال کرد از درد دل فوراً وفات — در شب جمعہ دل احباب گشتہ در زند
آہ قبل از جمعہ از لغت شب ثانی عشر از ماہ بود — کاں زباں دانِ جہاں را شد زبان یکبار بند
مومنین احباب اعزا دست برسر تو ۔ ۔ خواں — سامعین در مجلس شد ماتم او میکنند
سال تاریخ وفاتش اے لطافت خواستم — یک بیک ہاتف ز طرز تازہ در خاطر فگند

ہر سال اعداد مونس را بغیر صفر گیر
"واو کن مقلوب میم و نون بہم بین راد و چند" ۱۲۱۲ھ

شعر نمبر ۳ میں وفات کا سبب عارضۂ قلب، یوم پنج شنبہ، تاریخ ۱۲، ماہ شوال کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اور آخری مصرع کے بموجب لفظ "مونس" کے حروف سے سال اس طرح برآمد کیا ہے کہ حرف "واو" کے عدد (۶) کو مقلوب یعنی الٹا کیا جائے تو وہ (۲) کے ہندسہ میں تبدیل ہو جائے گا جو اکائی کے مرتبہ پر آئے گا۔ اس کے بعد "میم و نون" کے اعداد کو بغیر صفر باہم (جمع) کرنے پر (۴ + ۵ =) ۹ حاصل ہوگا جو دہائی کا عدد ہوگا۔ اب "مونس" کے آخری حرف "سین" کے عدد (۶۰) کو دو چند (۲×۶۰) کیا تو (۱۲۰) حاصل ہوئے صفر کو ترک کرنے پر (۱۲) باقی رہے۔ انہیں سیکڑے اور ہزار کے مرتبہ پر رکھا جائے گا۔ اس ترتیب سے ۱۲۹۲ پیدا ہوگا جو مطلوبہ ہجری سنہ ہے۔ اس تاریخ میں تین حرف مکتوبی اور ایک ملفوظی ہے۔

۱۲۸۳ھ/۱۸۶۷ء میں کسی نے غالب کے انتقال کی افواہ اڑادی۔ جب یہ افواہ حیدرآباد پہنچی تو محمد حبیب اللہ ذکا حیدرآبادی نے، جو غالب کے شاگرد تھے، اس موقع پر دو تاریخ

لہ ریاض لطافت ص ۳۶۴۔

ذیل بہترین دعائیہ قطعہ تاریخ کہا۔

گزشت از جہاں آں جہانِ سخن	کہ می گفتش عرفی مطالب است
خرد گفت سالش "ریاضِ جناں"
کراں تا کراں مسکن "غالب" است

ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری اپنے ایک تحقیقی مضمون بعنوان "غالب، ذکا اور رسالۂ جنگ" مشمولہ ماہنامہ "آج کل" نئی دہلی بابت دسمبر ۱۹۹۱ء میں (ص ۱۴) لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ قطعۂ تاریخ جناب ضیاء الدین احمد شکیب نے اپنی کتاب "ذکا اور غالب" ص ۱۲۱ میں درج کیا ہے۔ مجھے اس میں ۱۲۸۲ھ کی کوئی تاریخ نظر نہیں آتی۔ اس لئے غالب شناسوں کے لئے یہاں یہ قطعہ نقل کیا گیا"۔

غالباً ڈاکٹر اکبر حیدری صاحب نے اپنی توجہ صرف "خود گفت سالش ریاضِ جناں" پر مبذول رکھتے مادہ "ریاضِ جناں" خیال فرمایا۔ جس کے اعداد کا میزان (۱۱۱۵) ہوتا ہے۔ اگر وہ آخری مصرع "کراں تا کراں ..." کو بہ نظر غائر ملاحظہ فرمالیتے تو مطلوبہ تاریخ نظر آنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔ تاریخ گو آخری شعر میں واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ "ریاضِ جناں" کے ایک کنارے (ر=۲۰۰) سے دوسرے کنارے (ن=۵۰) تک "غالب" کا مسکن ہے۔ یعنی "ر + غالب + ن" = ۱۲۸۲ھ

اس تاریخ میں تعمیہ تدخلہ کا استادانہ استعمال کیا گیا ہے، جس میں اصل مادہ "ریاضِ جناں" نہ ہو کر "غالب" رہا ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ ذکا صاحب کے پیش نظر میر عبدالجلیل بلگرامی (م ۱۱۳۸) کا درج ذیل قطعۂ تاریخ رہا ہوگا جو انہوں نے فتح مستانہ گڑھ (۱۱۱۱ھ) کے موقع پر کہا تھا۔

جشن تسبارہ گیر بفتح ستارہ گڑھ — نظارہ کن جوانب اطرافِ بوستاں

ایں بیت را بتعمیہ گیرد گر کسے

تاریخ یابد شود از لفظِ او عیاں[1]

یہ تاریخ صنعتِ ضرب، [redacted] ہے اسے تین دفعہ لکھا جائے، یعنی "جشن + جشن + جشن" ان کے اعداد کا مجموعہ بحساب ابجد ۱۰۵۹ ہوگا۔ حاصل جمع یا ضرب میں اطراف "بوستاں" کے بائے موحدہ اور "نون" کے اعداد (۲ + ۵۰ = ۵۲) داخل کر دیئے جائیں (۱۰۵۹ + ۵۲ = ۱۱۱۱ھ) تو فتح ستارہ گڑھ کا سال برآمد ہو جائے گا۔

شیخ امداد علی بحر لکھنوی کے سانحۂ ارتحال پر شیخ محمد جان شاد لکھنوی نے صنعتِ حسابیہ اور مہملہ میں بزبانِ اردو بڑا عمدہ قطعۂ تاریخ کہا جس کا مادہ بحر ہی کے ایک مصرع کو بنایا ہے[2]؛

مہملے کے حرفِ مصرعِ بحر — بحر کے یوں سنیں، شاد لکھو

چھ دہائی سے جو بڑھیں آحاد — ضرب وہ سات، پانچ میں کر لو

ہو چکیں ضرب جب وہ سات اعداد — سیکڑے پھر سے چند کیجیے تو

رحلتِ بحر کی یہ ہو تاریخ

"آشنا تھا غریقِ رحمت ہو" ۱۲۹۵ھ

۱؎ مفتاح التواریخ از طامس ولیم بیل ص ۲۹۱ نیز واقعاتِ دارالحکومت دہلی ۱: ۵۲۸،
مگر ملہم تاریخ ص ۲۰۸ پر تیسرے مصرع کی قرأت "ایں بیت را بتعمیہ گر دارسی بغور" ہے۔

۲؎ تاریخ مطلق ص ۲۹ -

پہلے شعر کے مصرعۂ اولیٰ کے مطابق "آشنا تھا غریقِ رحمت ہو" مادہ ہے۔ اس کے حروفِ مہملہ کے اعداد اخذ کئے جائیں، جو یہ ہیں: آ+ا+ھ+ا+ر+ر+ح+م+ہ+و = ۱+۱+۵+۱+۲۰۰+۲۰۰+۸+۴۰+۵+۶ = ۴۶۷ میزان۔ اب دوسرے شعر کے پہلے مصرع کے بموجب چھ دہائی یعنی ساٹھ کے پہلے (۷) اکائی کے مرتبہ پر ہے، اسے مصرعۂ ثانی کی رو سے پانچ میں ضرب دیا تو (۵×۷=) ۳۵ حاصل ہوا۔ اب چھٹے مصرع کے بموجب سیکڑے یعنی چارسو کو سہ چند کیا جائے (۳×۴۰۰=) تو (۱۲۰۰) حاصل ہوگا۔ دونوں حاصل ضرب (۳۵+۱۲۰۰) کا میزان ۱۲۳۵ ہوا۔ لیکن مادہ کے حروفِ مہملہ کے اعداد میں سے ساٹھ (۶۰) ابھی ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ ان کو ۱۲۳۵ میں جمع کیا تو (۱۲۳۵+۶۰=) ۱۲۹۵ برآمد ہوئے جو مطلوب سنہ ہجری ہے۔

نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی نے منشی مظفر علی خاں اسیر لکھنوی کے انتقال (۱۲۹۹ھ) پر بڑی ندرتِ فکر کے ساتھ "صنعتِ انامل" میں درج ذیل قطعۂ تاریخ کہا:

اسیر خوش سیر، خوش وضع، خوش فکر — ہوئے راہی سوئے دارالبقا جب
تو ہاتف نے برائے سالِ رحلت — سوائے نر اٹھا دیں انگلیاں سب
مگر گِن گِن کے دو انگلی کے پورے — کہا لکھ لے انھیں اے ہوش نواب

رہیں باقی جو دو، ان کا سرِ کبر
جھکا دینا کہ ہو جائے مؤدب[1]

یعنی چوتھے مصرع کے مطابق نر انگشت (انگوٹھے) کو چھوڑ کر باقی چار انگلیاں اٹھا دی جائیں۔ پھر ان میں سے دو انگلیوں کے پوروں کو دوبار گنا جائے

[1] تاریخِ لطیف ص ۲۵۔

کیونکہ ہاتف نے تاریخ گو سے صرف دو انگلیوں کے پوروں کو "گن گن کے اب" لکھنے کو کہا، یہ محض اشارہ ہے، ورنہ اصل عدد پوروں کو دو بار گننے سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ ایک انگلی کے تین پور ہوتے ہیں لہذا دو انگلیوں کے چھ ہوئے اور دوبار (گن گن) گننے پر بارہ (۱۲)۔ اس طرح ہزار اور سیکڑے کے اعداد حاصل ہو گئے باقی دو انگلیوں کے (جو تا حال کھڑی ہوئی ہیں) سر کسر یعنی اوپری پورے کو جھکا دیں، دونوں "۹۹" کی شکل بن جائیں گی جو دہائی اور اکائی کے عدد ہیں۔ اس ترکیب سے ۱۲۹۹ حاصل ہوئے، اور یہی اسیر کے انتقال کا ہجری سنہ ہے۔

میر عبد الجلیل بلگرامی نے فتح ستارہ گڑھ کا سال بھی اسی صنعت میں نکالا ہے:-

زانگشتاں شہ بر مد ابہام ‌ ‌ ‌ برابر چار الف کردم نظارہ[1] ۱۱۱۱ھ

یعنی جب بادشاہ (اورنگ زیب) نے چھنگلیا بر انگوٹھے سے مد بنایا (یعنی انگوٹھے کو چھنگلیا کے پہلے پورے پر لائے) تو میں نے برابر چار الف (انگلیوں) کا نظارہ کیا یعنی چاروں انگلیاں برابر کھڑی کر دی جائیں تو وہ ۱۱۱۱ کی شکل بنائیں گی جو فتح ستارہ کا سال ہے۔ مولوی احمد کبیر حیرت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کا سال (۱۱ھ) بھی اسی طریقے سے برآمد کیا ہے:

چوں زحیرت سن نقلش جستم ‌ ‌ ‌ ہر دو انگشت شہادت برداشت[2] ۱۱ھ نبوی

یعنی دونوں انگشت شہادت برابر سے کھڑی کر دی جائیں۔ گیارہ کی شکل میں ہو جائیں گے۔

---

[1] سرو آزاد ۲ : ۲۸۴

[2] تاریخ کملا (دختر حیرت) ۱ : ۳-

سید حسن لطافت صاحب لطافت نے میر ببر علی انیس کی رحلت (۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء) پر اردو زبان میں صنعت زبر و بینہ اور صنعتِ ضرب میں لفظی تعلیے کے ساتھ جو قطعہ تاریخ کہا، اس میں تاریخ، وقتِ وفات، یوم اور ماہ کی صراحت بھی معمائی انداز میں کردی گئی ہے، قطعہ مبسوط ہے، جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

جو میر ببر علی تھے انیس ذاکرِ شاہ
وحیدِ دہر، سب اہل زباں کے اس ودُمیس

فصیحِ کامل و حسانِ وقت و دعبلِ عصر
جناں میں جا کے ہوئے ساتھ حور عیں کے جلیس

قریب شام ہوئے وہ مہِ کمال تمام
اخیر چاند تھا گذرے تھے آہ دن انتیس

سنا یہ واقعہ جانکاہ جب کہی تاریخ
کہ جس میں لفظ ہیں آئے مناسب اور سلیس

بیان مصرعِ آخر کے اب صنائع ہوں
بہ فکر سمجھیں لطافت جسے حساب نویس

"شروعِ مصرعِ تاریخ جو کہ ہیں دو حرف
مہینہ ایک ہے اور دوسرا ہے روزِ خمیس

سنین بھی ہیں عیاں اوس سے عیسوی، ہجری
جو بینات زبر ہوں رقم بہ طورِ نفیس"

وہ مرثیہ، نہ وہ پڑھنا، نہ وہ بڑے مجمع
اور اس مجلسِ ماتم ہے سامعین دس بیس

عجیب مصرعِ تاریخ ہے ملایکتا
"یہ پنجتن کا ہے نوحہ انیس ہائے انیس"[1]

قطعہ کے شعر نمبر ۶، ۷ کی رو سے مصرعِ مادہ "یہ پنجتن کا ہے نوحہ۔۔۔ الخ" ہے اس کا پہلا لفظ (شروعِ مصرع) حرف "یہ" ہے جو دو حرفی ہے۔ اس کا پہلا حرف "ی" جس کی عددی قدر (۱۰) ہے جو ماہ شوال کو ظاہر کر رہا ہے اور دوسرا حرف ہائے ہوز (ہ) ہے جس کی ابجدی قیمت پانچ (۵) ہے جو یوم وفات چہارشنبہ (بدھ) کو واضح کر رہا ہے۔ وقتِ وفات اور انتیس تاریخ کا اظہار تیسرے شعر میں کر دیا گیا ہے۔

---

[1] ریاضِ لطافت ص: ۳۶۳۔

عیسوی سنہ حاصل کرنے کا طریقہ صنعتِ زبر و بینات کے ذریعہ شعر ۔ میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ مادّہ کے تمام حروف کے اعداد یہ ہوں گے۔

یا ہا (۱۶) + یا نون جا تا نون (۶۶۹) + کاف الف (۱۲۲) + ہا یا (۱۷) + نون واو حا ہا (۱۳۴) + الف نون یا سین (۳۴۸) + ہا الف یا (۱۲۸) + الف نون یا سین (۳۴۸) = ۱۸۷۳ ۔

لیکن ہجری سنہ صنعتِ ضرب سے برآمد ہوگا، جیساکہ "پنجتن" (۵) اور "انیس ہائے انیس" (۲۵۸) سے واضح ہے یعنی ۵ × ۲۵۸ = ۱۲۹۰، جس کی وضاحت کی تاریخ گو کو ضرورت نہ تھی ۔ ان دونوں اعداد ۔ ۱۸۷۳ء نیز ۱۲۹۰ھ میں "عجیب مصرعِ تاریخ ہے ملا یکتا" کے مطابق یکتا (ایک) کا تدخلہ کرنے کا نہایت لطیف قرینہ موجود ہے چنانچہ ۱۸۷۳ + ۱ = ۱۸۷۴ء اور ۱۲۹۰ + ۱ = ۱۲۹۱ھ برآمد کئے گئے جو انیس کی وفات کے مطلوبہ سنین ہیں ۔ رئیس، جلیس، نفیس وغیرہ انیس کے بیٹے پوتوں کے نام بھی ہیں ۔

سید محمد علی جویا مراد آبادی ثم جے پوری کی فنِ تاریخ گوئی کے اصول و مبادیات اور اقسام و صنائع تاریخ گوئی پر اردو زبان میں پہلی اور مشہور تصنیف "خیابانِ تاریخ" (سرودِ غیبی) کے اشاعت کا ایک قطعۂ تاریخ لالہ گنگا سرن جیسوری نے بھی لکھا تھا: ۔

نسخۂ تاریخ بے مثل و نظیر ۔۔۔ حضرت جویا نے کیا اچھا لکھا
صنعت اعداد در اعداد میں
"نسخۃ التاریخ" سال اس کا لکھا[1] ۔۔۔ ۱۲۷۲ھ (کذا ۱۸۷۲ء)

---

[1] سرودِ غیبی ص ص ۳۴-۱۳۳ ۔